دوسری قسط

عربی زبان وادب کی اہمیت

مولانا ولی خان المظفر

☆حق سبحانہ وتقدس نے اپنے کلامِ مبارک میں کئی جگہ مخالفین ومبطلین کو چیلنج وتحدی کی ہے کہ وہ اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں یعنی قرآن کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ (نعوذ باللہ) ایک بشری مصنوعی کلام ہے، تو وہ اس فصیح وبلیغ کلام کی طرح اس کے مقابل کا ایسا ہی کوئی کلام پیش کریں۔ لیکن جب وہ لوگ حتی الآن پیش نہ کرسکے اور نہ ہی پیش کرسکیں گے، تو انہیں پھر ایک ایسی خطرناک آگ سے بچنے بچانے کا سامان کرنا چاہیے جس کا ایندھن لکڑیوں کے بجائے بنی نوع انسان اور پتھر ہوں گے۔ جو منکرین ومخالفین کے لیے پہلے سے بالکل تیار کی گئی ہے۔ یہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳-۲۴ کا مفہوم ہے۔
اس کی تفسیر تحریر فرماتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دس وجوہِ اعجاز قرآن کریم کے ذکر فرمائے ہیں۔ ان سب میں جس وجہ کو زور دے کر اور مفصل انداز میں تحریر فرمایا ہے وہ اس کلام کی عربیت ہے اور وہ بھی ایسی کہ خود جس پر یہ کلام نازل ہوا ہے وہ بھی اس کی نظیر یا اس میں کمی بیشی پر کسی طرح قادر نہیں ہیں۔ "قُل مایکون لی أن أبدله من تلقاء نفسي......" اس پر شاہد عدل ہے۔ یہاں ہم حضرت مفتی صاحب کے کلام کو کچھ اختصار کے ساتھ نقل کریں گے تاکہ عربیتِ قرآن اور اس کی اہمیت پر کچھ روشنی ڈالی جاسکے۔

"اب اعجاز قرآن کی دوسری وجہ دیکھیے، یہ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن اور اس کے احکام ساری دنیا کے لیے آئے، لیکن اس کے بلاواسطہ اور پہلے مخاطب عرب تھے، جن کو اور کوئی علم وفن آتا تھا یا نہیں مگر فصاحت وبلاغت ان کا فطری ہنر اور پیدائشی وصف تھا، جس میں وہ اقوام دنیا سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، قرآن ان کو مخاطب کرکے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمھیں میرے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شبہ ہے، تو تم میری ایک سورت کی مثال بنا کر دکھلادو، اگر قرآن کی یہ تحدی (چیلنج) صرف اپنے حسن معنوی یعنی حکیمانہ اصول اور علمی معارف واسرار ہی کی حد تک ہوتی، تو اُمیّین کے لیے اس کی نظیر پیش کرنے سے عذر معقول ہوتا، لیکن قرآن نے صرف حسن معنوی ہی کے متعلق تحدی نہیں کی، بلکہ لفظی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے بھی پوری دنیا کو چیلنج دیا ہے۔ اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے اقوام عالم میں سب سے زیادہ مستحق عرب ہی تھے، اگر فی الواقع یہ کلام قدرتِ بشر سے باہر کسی مافوق قدرت کا کلام نہیں تھا، تو بلغاء عرب کے لیے کیا مشکل تھا کہ ایک امّی شخص کے کلام کی مثال، بلکہ اس سے بہتر کلام فوراً پیش کردیتے اور ایک دو آدمی یہ کام نہ کرسکتے تو قرآن نے ان کو یہ سہولت بھی دی تھی کہ ساری قوم مل کر بنالائے، مگر قرآن کے اس بلند بانگ دعوے اور پھر طرح طرح سے غیرت دلانے پر بھی عرب کی غیور قوم پوری کی پوری خاموش ہے، چند سطریں بھی مقابلہ پر نہیں پیش کرتی۔

...... جنگ ومقابلہ کے لیے تیار ہو کر قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت جو قریش عرب نے آنخضرت ﷺ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں سر دھڑ کی بازی لگائی، جان مال، اولاد، آبرو سب کچھ اس مقابلہ میں خرچ کرنے کے لیے تیار ہوئے، مگر یہ کسی سے نہ ہوسکا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرتا اور چند سطریں مقابلہ پر پیش کردیتا، کیا ان حالات میں سارے عرب کا اس کے مقابلہ سے سکوت اور عجز اس کی کھلی ہوئی شہادت نہیں کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس کے کام یا کلام کی نظیر انسان کیا ساری مخلوق کی قدرت سے باہر ہے۔

پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ عرب نے اس کے مقابلہ سے سکوت کیا، بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں سب نے اس کے بے مثل ہونے کا اعتراف کیا اور ان میں جو منصف مزاج تھے، انھوں نے اس اعتراف کا اظہار بھی کیا، پھر ان میں سے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے اور کچھ اپنی آبائی رسوم کی پابندی یا بنی عبد مناف کی ضد کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے باوجود اعتراف کے محروم رہے، قریش عرب کی تاریخ ان واقعات پر شاہد ہے۔

...... قبیلہ بنی سلیم کا ایک شخص مسمّیٰ قیس بن نسیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے قرآن سنا اور چند سوالات

کیے، جن کا جواب آنحضرت ﷺ نے عطا فرمایا تو یہ اسی وقت مسلمان ہوگئے اور پھر اپنی قوم میں واپس گئے تو لوگوں سے کہا:
"میں نے روم وفارس کے فصحاء وبلغاء کے کلام سنے ہیں۔ بہت سے کاہنوں کے کلمات سننے کا تجربہ ہوا ہے، حمیر کے مقالات سنتا رہا ہوں، مگر محمد ﷺ کے کلام کی مثل میں نے آج تک کہیں نہیں سنا، تم سب میری بات مانو اور ان کا اتباع کرو، انہی کی تحریک و تلقین پر ان کی قوم کے ایک ہزار آدمی فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوگئے (خصائص کبری للسیوطی: ۱/۱۱۶)۔ یہ ہے قرآن کا وہ کھلا ہوا معجزہ جس کا دشمنوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے۔" (معارف القرآن: ۱/۱۴۰-۱۶۴)۔

☆ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے تو عربی زبان وادب سے ناآشنا وناواقف شخص کے لیے قرآن کے متعلق تفسیر وتشریح، استدلال واستشہاد تو کجا اس سے بھی کم ہر قسم کی لب کشائی حرام قرار دی ہے۔ "لایحلّ لأحد یومن باللہ والیوم الآخر أن یتکلم فی کتاب اللہ إذا لم یکن عالماً بلغات العرب" نیز علامہ منّاع قطان نے نحو وصرف کے علاوہ معانی، بیان اور بدیع کو بھی مفسّر کے لیے لابدی قرار دیا ہے جس سے ان علوم کی اہمیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ (دیکھیے مباحث فی علوم القرآن: ۳۴۲)

☆ عصر حاضر کے امام اہل لغت حضرت شیخ احمد حسن زیات اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تاریخ الأدب العربي" کے مقدمہ میں عربی زبان وادب کی مرحلہ وار ترقی پر یوں رقمطراز ہیں:

"والآداب العربیة أغنی الآداب جمعاء، لأنها أداب الخلیقة منذطفولة الإنسان إلی اضمحلال الحضارة العربیة..... فکانت لغات الأمم علی اختلافها کالجد اول والأنهار، تتألف، ثم تتشعب، ثم تتجمع، ثم تصّب في محیط واحد، هو اللغة العربیة"

یعنی عربی زبان کا ادب تمام زبانوں کے آداب سے زیادہ کامل ومکمل ہے، اس لیے کہ یہ ساری انسانیت کا ادب وکلچر ہے ابتدائے آفرینش سے لے کر عربی تہذیب وتمدن کے پھیل جانے تک، پس اسلام کی آمد کے بعد مضر کی زبان اب صرف ایک قوم کی زبان نہیں رہی تھی، بلکہ یہ ان تمام قوموں کی زبان تھی جو اللہ کے دین میں داخل ہوئی تھیں یا پھر اسلامی دنیا کی آغوش میں آباد تھیں، اس میں ان کے خیالات، تصورات، معانی اور افکار رچ بس گئے تھے، ان کے مختلف لہجوں کے رموز واسرار اس کی زینت بن چکے تھے، پھر یہ عربی زبان اس مرحلے کے بعد دین، مذہب، ادب، علم اور ایک مستقل تہذیب وتمدن کو لے کر دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی، جو زبان بھی اس کے راستے میں رکاوٹ بنی اسے پچھاڑ کر رکھ دیا، یوں اس میں اوائل اور متقدمین کے علوم و آداب سموگئے، جیسا کہ یونانی، رومی، فارسی، یہودی، ہندی اور حبشی اور زمانہائے دراز تک حوادث زمانہ کے لگام کو اپنے ہاتھ میں رکھا، جہاں اس نے کئی زبانوں کے اکھاڑ پچھاڑ کا مشاہدہ کیا وہاں اس کا جھنڈا دھوم دھام سے لہراتا رہا ہر قوم وجماعت کے آداب ومعارف کے ثمرات ادبی شہ پاروں کو اس نے سینے سے لگایا، لہٰذا یوں کہا جاسکتا ہے کہ ساری زبانیں چھوٹی نالیوں اور نہروں کی طرح ہیں۔ جو آپس میں مل کر دریاؤں کی شکل اختیار کر جاتے ہیں اور پھر سب مل کر ایک سمندر میں ان سب کا پانی گرتا ہے اور وہ سمندر "عربی زبان" ہے۔"

تھوڑا سا آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

"تہذیبی غلامی سیاسی غلامی سے بدتر ہے، کیوں کہ سیاسی غلامی میں جسمانی غلامی ہوتی ہے جس کا علاج ممکن ہے اور شفاء کی امید کی جاسکتی ہے، جب کہ تہذیب وتمدن اور زبان وادب کی غلامی روحانی غلامی ہے جس میں قوم وملت کی موت پنہاں ہوتی ہے، جس کے علاج پر کسی ڈاکٹر وطبیب کو قدرت حاصل نہیں ہے۔" (تاریخ الأدب العربي۔ احمد حسن زیات)

☆ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"لایخفی علیك أن علم الأدب عبارة عن مجموع علوم، وهي: اللغة، والصرف، والاشتقاق، والنحو، والمعاني، والبیان، والعروض، والقافیة، وهذه الثمانیة أصول الأدب، ورسم الخط، وقرض الشعر، وإنشاء النثر (من الخطب والرسائل والمقالات)، والمحاضرات، وهذه الأربعة فروعه.....

وإیاك ثم إیاك أن تظن کما ظُنّ في هذا الزمان الذی سُمّي فیه الجهل علماً والعلم جهلاً، أن شیئاً من هذه العلوم لایحتاج

إليه من أراد معرفة القرآن أوالحديث أو كلام العلماء من المتكلمين والمحدثين والفقهاء، وأقول (ولاأخاف لومة لائم): يمكن أن يعبّر إنسانٌ عماّ في ضميره، ويعرف مايقوله البادي والحاضر (أي البدوي والمدني) من غيرمعرفة علمي الصرف والنحو وغيرهما من العلوم، لكن فهم القرآن والحديث وغيرهما كما هو حقه ممن جهل هذه العلوم متعسّرجداً في هذا الزمان......

والعجب كل العجب مما تحدّث به علماء هذا الزمان أن البلوغ إلى ما أريد من آيات اللهأوالأحاديث غيرمتوقّف على الصرف والنحو وغيرهما من (العلوم) الواجبات، بل يكفى له معرفة مفردات اللغة فقط، ولعمري، إن هذا لخطأ على خطأ وضلال فوق ضلال، فإنهم لوخلعوا هذه الربقة صاروا كالبعير النافر الشارد يذهب حيث شاء لامُمسك له ولا هادي، ومن ههنا ماسمعنا من أمثال هؤلا ء المتخرجين الذين اتخذوا هذين العلمين وراء هم ظهريا، أن قوله صلى الله عليه وسلم روحى و روح أبي وأمي فداه: "المسلم من سلم "مسلمون من لسانه ويده "معناه أن المسلم هو الذي سلّم على المسلمين بيده ولسانه". (یعنی مسلمان وہ ہے جو مسلمانوں کو اپنے ہاتھ وزبان دونوں سے سلام کرے، یعنی بوقت، سلام، اسلام علیکم کہنا اور ہاتھ کو سر تک لے جانا چاہیے)۔ أفدونی (هدا كم الله) أيها العلماء: بأىّ دليل يُخطأُ هذا المترجم لولا النحو(مقدمہ دیوان متنبی ۲٦)

حضرت شیخ کی عربی چونکہ آسان اور عام فہم ہے اس لیے مستقل ترجمے کی ضرورت نہیں معمولی غور وفکر سے بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ البتہ جس انداز سوز وافسوس سے انھوں نے عربی کی اہمیت اُجاگر کرنے کی سعی فرمائی ہے، وہ اس لائق ہے کہ اُسے بار بار پڑھا جائے اور اس سے نصیحت حاصل کی جائے۔

☆ اُستاذ الکل حضرت علامہ سید محمد انور شاہ الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ثم إن من أخص مايحتاج إليه الإنسان في فهم الحديث والتنزيل، وأعون مامسّت الحاجةُ إليه في التفسير والتأويل، هو: فن اللغة والأدب، إذبه تعُرف مزية حوار العرب، وخصائص تراكيبهم، وخواص أساليبهم، وأن المرأ إذا دخل عليهم كيف يرِد ويصدر، ويقدّم ويؤخّر، ويعرّف وينكّر، ويحذُف ويذكر، ويُظهرويُضمر۔

فصاغ ماصاغ من تبرومن ذهب
وحاك ماحاك من وشي وبياج

(حوالہ سابقہ)

یعنی قرآن وسنت کے سمجھنے کے لیے جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت کسی شخص کو ہوتی ہے وہ فن لغت وادب ہے، اس واسطے کہ اس کے ذریعے عربوں کی گفتگو کا اسلوب وامتیاز اور ان کے کلام کی خصوصیات اور ان کے محاورات کا اختصاص پہچانا جاسکتا ہے اور یہ کہ انسان جب ان سے محو گفتگو ہو تو اسے کلام دخول وخروج، تقدیم وتاخیر، تعریف وتنکیر حذف وتعبیر اور اظہار واضمار کا طریقہ اس فن سے ہی آئے گا اور اس فن سے ہی وہ اس کلام میں سونے چاندی اور ریشم ودیباہ جیسے کلام کی موتی پرو سکتا ہے۔

☆ مولانا ابن الحسن عباسی رقمطراز ہیں: "ادب اخلاق کے چہرہ کے حسن اور انسان کی زبان کی زینت کا نام ہے، کسی زبان کا ادب اس کی ثقافت کا بہترین عکس ہوتا ہے اور ادب ہی ایک ایسا آئینہ ہے، جس میں کسی قوم کی تہذیب وتمدن اس کے اخلاقی ماحول کا معیار اور اس کے معاشرہ کی سطح کی بلندی یا پستی دیکھی جاسکتی ہے۔ قدیم ادب عربی سے واقفیت، اس کے ساتھ ذوق اور اس کی تعلیم وتعلم سے ایک مسلمان کا تعلق محض زبان برائے زبان نہیں بلکہ عربی دین اسلام کی سرکاری زبان ہے، اسی زبان میں قرآن کریم اُتارا گیا، یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی زبان ہے، اسی زبان کو لغۃ الجنۃ کی خلعت سے نوازا گیا اور یہی وہ زبان ہے جسے تمام اسلامی علوم کی "ام اللغات" ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدر اسلام سے لے کر اب تک مذہبی فریضہ سمجھ کر مسلمان عربی زبان کے ادبی سرمایہ کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔

خود جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار شعر پڑھتے اور اکثر وبیشتر اپنے شاعر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے سماعت

فرماتے اور اچھے اشعار وقصائد پر داد بھی دیتے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ گاہے گاہے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں مندرجہ ذیل مشہور شعر کو گنگناتے ہوئے داخل ہوتے:

ستُبدي لك الأيام ماكنت جاهلاً
ويأتيك بالأخبار من لم تُزوّدِ

(الأدب المفرد للبخاري باب الشعر كحسن الكلام)

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ادب عربی کا اور اس کے اشعار کا بڑا لطیف ذوق رکھتے تھے، آپؓ ہی نے فرمایا: عليكم بديوانكم لاتضلّوا قالوا: وما ديواننا؟ قال: شعر الجاهلية، فإن فيه تفسير كتابكم ومعاني كلامكم

(مقدمة شرح الحماسة للتبريزى)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عربی زبان وادب سے مناسبت کا یہ عالم تھا کہ صرف حضرت لبید ابن ربیعۃ رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اشعار ان کو زبانی یاد تھے اور فرمایا کرتی تھیں:

روّوا أولادكم الشعر تعذب ألسنتهم

(العقد الفريد:ج/٦/١٢٤)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ زیاد بن أبي سفیان کے صاحبزادے کا امتحان لیا، تمام علوم وفنون میں اسے ماہر پایا، مگر شعر وشاعری میں کمزور نکلا، اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو خط لکھا، جس میں یہ الفاظ تھے:

"مامنعك أن تروّيه الشعر؟ فوالله، إن كان العاق ليرويه فيبرّ، وإن كان البخيل ليرويه فيسخو، وإن كان الجبان ليرويه فيقاتل" (المُزهِر:٢/٣١٠-٣١١)

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بسا اوقات عبدالملک بن مروان کو کوئی ادبی واقعہ یا شعر سناتا، ان کے ہاتھ میں لقمہ ہوتا، لقمہ ہاتھ میں لیے رکھتے اور اس پر ادیبانہ گفتگو کرتے رہتے، میں کہتا: امیر المؤمنین، لقمہ تناول فرمائیں، بات ہوتی رہے گی، تو کہتے:

"ماتُحدّثني به أوقع بقلبي من كل لذّة، وأحلى من كل فائدة" (إرشاد الأريب:١/٩٦-٩٧)

اور اپنے بچوں کے معلّم واتالیق سے کہتے:

"روّهم الشعر روّهم الشعر، يمجدوا وينجدوا" (العقد الفريد:٦/١٢٤)

عربی ادب کا ذوق، اس کی طرف اس قدر توجہ اور اس کی ہر قسم کی خدمتیں جو ہو رہی ہیں، نحوی قواعد پر، صرفی تعلیلات پر، معانی وبلاغت کے ادبی نکات پر، الفاظ کی لغوی تحقیقات پر، غرضیکہ ایک زبان کے جتنے گوشوں کی لغت کے زاویہ نگاہ سے خدمت ممکن ہوتی ہے۔ عربی میں ان تمام پر ایک دو کتاب نہیں پورے مکتبے تیار ہو چکے ہیں اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، صرف اس ایک واقعہ سے آپ اس ادبی ذخیرے کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صاحب بن عباد کو کسی بادشاہ نے اپنے یہاں طلب کیا، تو انھوں نے یہ معذرت پیش کی کہ میں یہاں سے منتقل ہوں تو مجھے ساٹھ اونٹ فن لغت کی کتابیں منتقل کرنے کے لیے چاہئیں (مقدمہ المنجد: ص ١٤)۔

یہ سب سرور دوعالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کی حفاظت اور آپ ﷺ سے محبت کی خاطر ہو رہا ہے کہ:

"محمد عربی ﷺ سے ہے عالم عربی"

(مقدمه توضيح الدراسة شرح ديوان الحماسة باختصار و تغيير)۔

(آئندہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ "عربی بطور زبان" اور "عربی بطور ادب" کے متعلق مستقل گفتگو کریں گے، جس میں ہم دونوں کے طرق اکتساب، حصول وتحصیل اور تعلیم وتعلم کے اسالیب اور مروّجہ تجارب پر تفصیلی بحث پیش کریں گے۔) (جاری ہے)